خطبہ جمعہ

احمدیوں کو خاص طور پر اللہ تعالیٰ کی صفت مہیمن پر غور کرتے ہوئے امانتدار ہونا چاہئے

اس شخص سے بھی خیانت نہ کرو جو تم سے خیانت کرتا ہے

قرآن کریم پہلی تمام کتب سماویہ پر مہیمن ہے اور ان کی تمام اچھی باتیں اس میں آگئی ہیں

قرآن مجید، احادیث نبویہ اور حضرت مسیح موعودؑ کے ارشادات کے حوالہ سے اللہ تعالیٰ کی صفت مہیمن کے مختلف پہلوؤں کی وضاحت

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیرالمومنین حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز - فرمودہ ۵/اکتوبر ۲۰۰۱ء بمطابق ۵/اخاء ۱۳۸۰ھ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله-

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم- بسم الله الرحمٰن الرحيم -

الحمدلله رب العٰلمين - الرحمٰن الرحيم - مٰلك يوم الدين - إياك نعبد و إياك نستعين -

اهدنا الصراط المستقيم - صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين-

﴿هُوَاللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ. اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ .سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ (سورة الحشر آیت ۲۴)

وہی اللہ ہے جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ وہ بادشاہ ہے، پاک ہے، سلام ہے۔ امن دینے والا ہے۔ نگہبان ہے۔ کامل غلبہ والا ہے۔ ٹوٹے کام بنانے والا ہے (اور) کبریائی والا ہے۔ پاک ہے اللہ اُس سے جو وہ شرک کرتے ہیں۔

آج کا خطبہ خداتعالیٰ کی صفات میں سے صفت مُهَيْمِن کے اوپر ہے۔ سب سے پہلے تو میں اس کے لغوی معنی بیان کرتا ہوں۔ اَلْمُهَيْمِنُ: اِسْمٌ مِنْ اَسْمَاءِ اللّٰهِ تَعَالٰى فِى الْكُتُبِ الْقَدِيْمَةِ۔ اَلْمُهَيْمِن اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے جو پرانی کتب میں بھی آیا ہے۔

ایک معنی اَلْمُهَيْمِن کا اَلشَّاهِدُ یعنی گواہ کے ہیں۔ گواہ جو دوسروں کو خوف سے امن دیتا ہے۔ اور اس کا ایک معنی امین بھی تفاسیر میں مذکور ہے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کا معنی "امانتدار" ہے۔ پس امین اور امانت دار در اصل ایک ہی بات کے دو مختلف اظہار ہیں۔

وَفِی قَوْلِهٖ تَعَالٰى ﴿مُهَيْمِنًا عَلَيْهِ﴾. مُهَيْمِنًا عَلَيْهِ کا مطلب ہے مخلوقات پر نگران۔ صرف نگرانی مراد نہیں بلکہ نگرانی کے ساتھ اس کی حفاظت کرنا بھی مراد ہے۔

پانچ مختلف قول مُهَيْمِن کے بارہ میں بیان کئے گئے ہیں۔

حضرت ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ امانتدار کو مُهَيْمِن کہتے ہیں۔ اور کسائی گواہ کو مُهَيْمِن کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ الرَّقِيْب کے معنی بھی بیان کئے جاتے ہیں یعنی وہ نگران ہے دوسروں پر۔

وَقَالَ اَبُو مَعْشَرٍ :قَبَّانًا عَلَيْه۔ ابو معشر کا قول ہے کہ جانچ پرکھ کرنے والا۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کتب (سماویہ) پر نگران ہے۔ یعنی قرآن کریم سے پہلے جو کتب گزر گئی ہیں اب قرآن کریم اُن پر مُهَيْمِن ہے۔

ابن انباری کے نزدیک اَلْمُهَيْمِنُ کے معنی اپنی مخلوق کی ضروریات پوری کرنے والے کے ہیں۔ جبکہ علامہ ازھری کہتے ہیں کہ عربی الفاظ پر قیاس کرنے سے وہی نتیجہ نکلتا ہے جو تفاسیر میں نکالا گیا ہے کہ اَلْمُهَيْمِنُ امین کے معنی میں ہے۔ (لِسَانُ الْعَرَب)

اب تاج العروس اور اقرب الموارد میں جو معنی دئے گئے ہیں وہ یہ ہیں:۔

هَيْمَنَ الطَّائِرُ عَلٰى فِرَاخِهٖ :رَفْرَفَ۔ پرندہ نے اپنے بچوں کی حفاظت کے لئے اپنے پَر اُن پر پھیلا دئے۔ یہ بہت ہی عمدہ معنی مُهَيْمِن کا ہے اور آگے چل کر پتہ لگتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی انہی معنوں میں لفظ مُهَيْمِن استعمال فرمایا ہے۔

هَيْمَنَ فُلَانٌ عَلٰى كَذَا۔ وہ اس پر نگران اور اس کا محافظ بنا۔ صرف نگران نہیں بلکہ اپنی حفاظت میں لے لیا۔ مُهَيْمِن پرندوں کی طرح اپنے بچوں کو پروں سے ڈھانک کر حفاظت کرنے والا۔

اب مُهَيْمِن بمعنی حفاظت کے لئے پَر پھیلانا۔ اس میں حضرت عبدالرحمٰن بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت ہے جو وہ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں۔ انہوں نے بیان کیا کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپؐ کسی حاجت کے لئے گئے ہوئے تھے کہ ہم نے ایک حُمرہ (سرخ رنگ کی ایک چڑیا) دیکھی جس کے ساتھ اس کے دو بچے تھے۔ ہم نے اس کے دونوں بچے پکڑ گئے۔ پس وہ ارد گرد بے قراری سے پھڑ پھڑانے لگی۔ اسی اثناء میں نبی اکرم ﷺ تشریف لے آئے۔ آپؐ نے دریافت فرمایا اسے اس کے بچوں کی وجہ سے کس نے تکلیف دی ہے۔ اس کے بچے اسے لوٹا دو۔ اور آپؐ نے چیونٹیوں کا ایک بِل دیکھا جسے ہم نے جلا دیا تھا۔ پس آپؐ نے دریافت فرمایا اس کو کس نے جلایا ہے؟ ہم نے عرض کی کہ یارسول اللہ اسے ہم نے جلایا ہے۔ فرمایا کہ یہ مناسب نہیں ہے کہ آگ کے ساتھ کسی کو تکلیف دی جائے البتہ رَبُّ النَّار یعنی اللہ تعالیٰ ہی ہے وہ جس کو چاہے آگ کا عذاب دے۔ (ابوداؤد کتاب الادب باب فی قتل الذر)

ایک روایت ہے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی اور الادب المفرد للبخاری میں درج ہے۔ وہ روایت کرتے ہیں۔ کہ سفر کے دوران ایک جگہ پڑاؤ کیا تو ایک شخص نے ایک حُمرہ (سرخ رنگ کے پرندہ) کے انڈے اٹھا لئے۔ اس پر وہ پرندہ رسول اللہ ﷺ کے سر مبارک پر آکر پھڑ پھڑانے لگا۔ یہ عجیب واقعہ ہے کہ سر مبارک پر پھڑ پھڑانے لگا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ پرندوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے اتنی سمجھ دی ہے کہ کون ان کا نگران اور محافظ ہوگا۔ فرمایا تم میں سے کس نے اس کے انڈے اٹھا کر اسے تکلیف پہنچائی ہے؟ اس پر ایک آدمی نے کہا یارسول اللہ! مَیں نے اس کے انڈے اٹھا لئے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے اس پرندہ پر رحم کرتے ہوئے فرمایا: اس کے انڈے واپس رکھ دو۔

(الادب المفرد للبخاری باب اخذ البيض من الحمرة)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل لفظ مُهَيْمِن کے بارہ میں بیان کرتے ہیں:

"سب کے اعمال کا واقف، سب کا محافظ۔ (حقائق الفرقان جلد ۴ صفحہ ۷۰)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کی تفسیر میں بیان فرماتے ہیں:

"اَلْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرِ۔ یعنی وہ سب کا محافظ ہے اور سب پر غالب اور بگڑے ہوئے کا بنانے والا ہے اور اس کی ذات نہایت ہی مستغنی ہے"۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۳۷۵)

آج کے اس مختصر خطبہ میں مَیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے جو مُهَيْمِن کے ذریعہ اعجاز بخشا تھا اس کا تذکرہ کرتا ہوں۔ یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے مُهَيْمِن ہونے کا ہی اعجاز تھا۔ اور اس کی قدرت ثانیہ ظاہر ہوئی ہے نئے دور میں۔ اس کے بھی بڑے عظیم واقعات ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کا مُهَيْمِن تھا اور کتاب کا مُهَيْمِن تھا۔ اسی طرح زمانہ آخر میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کی جماعت کا بھی مُهَيْمِن ہی رہا ہے اور اس نے اپنے پیارے محمدؐ کے غلاموں سے نظر نہیں پھیری۔ وہی سلوک کیا جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے غلاموں کے ساتھ سلوک ہونا چاہئے تھا۔ اب سب سے پہلے مَیں کانگڑہ کے زلزلہ سے متعلق ایک روایت بیان کرتا ہوں۔

حضرت برکت علی صاحبؓ مرزا لکھنوَ کہتے ہیں:

"بندہ ۴؍اپریل ۱۹۰۵ء کے زلزلہ عظیم میں بھاگسو ضلع کانگڑہ بمقام اپر دھرم سالہ (Upper Dharam Sala) ایک مکان کے نیچے دب گیا تھا اور بمشکل باہر نکالا گیا تھا۔ اس موقعہ پر چشم دید گواہ بابو گلاب دین صاحب اوورسیئر پینشنر جو ان ایام میں وہاں پر بطور سب ڈویژنل آفیسر تعینات تھے۔ آج سیالکوٹ میں زندہ موجود ہیں، (یعنی روایت کرتے وقت)۔ اُس واقعہ کے ایک دو ماہ قبل جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس زلزلہ عظیمہ کی پیشگوئی شائع فرمائی تھی بندہ خود قادیان دارالامان میں موجود تھا۔ اور حضورؑ کے شائع فرمودہ اشتہارات ہمراہ لے کر دھرم سالہ چھاؤنی پہنچا اور وہ اشتہارات متعدد اشخاص کو تقسیم بھی کئے تھے۔ چونکہ بندہ وہاں بطور کلرک کام کرتا تھا۔ اور عارضی ملازمت میں مجھے فرصت حاصل تھی۔ اس لئے بندہ وہاں وقتاً فوقتاً مرزا رحیم بیگ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ احمدی صحابی کو بھی ملنے جایا کرتا تھا، مرزا صاحب موصوف مغلیہ برادری کے ایک بڑے خاندان سے تعلق رکھتے تھے"۔ ہم بھی جب دھرمسالہ جایا کرتے تھے تو مرزا رحیم بیگ صاحب سے میری ذاتی بھی کئی دفعہ ملاقات ہوئی ہے۔ "اور ان کے دوسرے بھائی احمدی نہ تھے۔ صرف ان کے اپنی بیوی بچے ان کے ساتھ احمدی ہوئے اور باقی تمام لوگ ان کی سخت مخالفت کرتے تھے۔ اس زلزلہ میں وہ سب خزانہ محفوظ رہا اور بعض اور احمدی بھی جو مختلف اطراف سے وہاں پہنچے ہوئے تھے۔ سب کے سب اس زلزلہ کی تباہی میں بچ گئے، حالانکہ وہاں کا اندازاً میرے خیال میں نوے فیصد جانوں کا نقصان تھا اور ایسے شدید زلزلہ میں ہم سب احمدیوں کا بچ جانا ایک عظیم الشان نشان تھا۔ اس کی تفصیل اگر پوری تشریح سے لکھوں تو یقیناً ہر طالب حق خدا تعالیٰ کی نصرت کو احمدیوں کے ساتھ دیکھ سکے گا۔ کیونکہ میرے اہل و عیال مکرم خانصاحب گلاب خان صاحب کے اہل و عیال اور مستری اللہ بخش صاحب سیالکوٹی اور ان کے ہمراہ غلام محمد مستری اور دوسرے احمدی احباب کے اس زلزلہ کی لپیٹ سے محفوظ رہنے کے متعلق جو قدرتی اسباب ظہور میں آئے اُن میں ایک ایک فرد کے متعلق جدا جدا نشان نظر آتا ہے" یعنی اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ایسے حالات پیدا کر دیتا ہے کہ وہ تباہی سے جن کو بچانا چاہے اس کو بچا لیتا ہے۔

فرماتے ہیں: "خصوصاً مستری اللہ بخش صاحب کی وہاں سے ایک دن قبل اتفاقی روانگی اور ہمارے اہل و عیال کی کچھ عرصہ قبل وطن کی طرف مراجعت کرنا اور زلزلہ سے پیشتر بعض احباب کا مکان سے باہر نکل جانا اور زلزلہ میں دَب کر عجیب و غریب اسباب سے باہر نکلنا سب باتیں بطور نشان تھیں۔ اور میرا ارادہ ہے کہ اس پر تفصیل سے ایک مضمون لکھ کر ارسال خدمت کروں لیکن فی الحال مختصراً ان واقعات کا تذکرہ کیا گیا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ملاقات کے سلسلہ میں پیش آئے ہیں۔ اس زلزلہ کے کچھ دن بعد جب خاکسار قادیان میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضور ان ایام میں آم کے درختوں کے سائے میں مقبرہ بہشتی کے ملحقہ باغ میں خیمہ زن تھے۔ جب بندہ نے حضور سے ملاقات کی تو حضور نے میرے متعلق کئی سوال کئے کہ آپ مکان کے نیچے دب کر کس طرح زندہ نکل آئے تو بندہ نے حضور کی خدمت میں عرض کی کہ مجھے مستری اللہ بخش صاحب احمدی کی چارپائی نے بچایا جو ایک بڑی دیوار کو اپنے اوپر اٹھائے رکھا اور مجھے زیادہ بوجھ میں نہ دبنا پڑا۔ ایسے میں حضور علیہ السلام نے کچھ احمدیوں کے متعلق سوالات کئے اور بندہ نے سب دوستوں کے محفوظ رہنے کے متعلق شہادت دی۔ حالانکہ حضورؑ اس سے قبل اشتہار میں شائع فرما چکے تھے کہ زلزلہ میں ہماری جماعت کا ایک آدمی بھی ضائع نہیں ہوا"۔ اب اتنا بڑا زلزلہ جس میں نوے فیصد آبادی تباہ ہو جائے اس میں ایک بھی احمدی کا ضائع نہ ہونا ایک عظیم الشان نشان ہے۔ "اور مجھے یقین ہے کہ حضورؑ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے اس کا علم ہو چکا تھا۔ ورنہ مجھ سے قبل دھرمسالہ سے کوئی احمدی حضورؑ کی خدمت میں حاضر نہیں ہوا۔ پس حضورؑ سے بندہ کی ملاقات جو زلزلہ کانگڑہ کے بعد ہوئی اس میں احمدیوں کے بچ جانے کو حضور نے ایک نشان قرار دیا ہے۔ اور خصوصاً میرا اپنا زلزلہ میں دب کر بچ جانا نشان ہے۔ جس کا بذریعہ تحریر اعلان کر دیا گیا ہے۔ مبارک وہ جو اس چشم دید نشان سے عبرت پکڑیں اور خدا کے فرستادہ پر ایمان لائیں"۔ (رجسٹر روایات صحابہؓ نمبر ۳ صفحہ ۱ تا ۳)

یہ روایت ہے مرزا صاحب کی جو رجسٹر روایات سے لی گئی ہے۔

اب مُہَیْمِن کے معنی امین کے بھی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ مجھے ابوسفیانؓ نے بتایا تھا کہ ھرقل نے انہیں کہا کہ:

مَیں نے تجھے یہ پوچھا تھا کہ (محمدؐ) تم کو کس چیز کا حکم دیتے ہیں؟۔ جس کا تُو نے جواب دیا ہے کہ وہ نماز، صدق، پاکدامنی، عہد پورا کرنے اور امانتیں ادا کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ ھرقل نے کہا اور یہی تو ایک نبی کی صفت ہے۔ (صحیح بخاری کتاب الشّہادات)

حضرت انس بن مالک روایت کرتے ہیں کہ نبی اللہ ﷺ نے ہمیں خطاب کرتے ہوئے ہمیشہ فرمایا: "لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَّا اَمَانَةَ لَهٗ وَلَا دِیْنَ لِمَنْ لَّاعَھْدَ لَهٗ"۔ یعنی جو شخص امانت کا لحاظ نہیں رکھتا اس کا ایمان کوئی ایمان نہیں اور جو عہد کا پاس نہیں کرتا اس کا کوئی دین نہیں۔

(مسند احمد بن حنبل جلد ۳ صفحہ ۱۳۵ ۔مطبوعہ بیروت)

یہاں مُھَیْمِن بمعنی امانتدار کے استعمال ہو رہا ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص بات کر کے پلٹ جائے تو وہ بات امانت ہے (سنن ابی داؤد کتاب الادب فی نقل الحدیث) یعنی بات کرنے کے بعد کوئی شخص واپس چلا جاتا ہے تو اس وقت وہ امانت بن جاتی ہے۔ اگر کھڑے کھڑے اس بات کو کوئی اور رنگ دے دے، کوئی اور معنی پہنا دے تو پھر وہی امانت بنتی ہے جو اس نے تبدیل شدہ صورت میں بات پیش کی ہے۔ لیکن اگر اسی حالت میں چھوڑ کر چلا جائے تو پھر اس کی وہ بات امانت ہو جاتی ہے اور کسی دوسرے سے امانت دار سے پوچھے بغیر اس بات کا ذکر مناسب نہیں ہے۔

آنحضرت ﷺ نے منافق کی تین علامتیں بیان فرمائی ہیں:

"جب گفتگو کرتا ہے کذب بیانی سے کام لیتا ہے، جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرتا ہے اور جب وعدہ کرتا ہے تو وعدہ خلافی کرتا ہے۔

(بُخاری کتابُ الشّہَادات بَابُ مَنْ أَمَرَ بِاِنْجَازِ الْوَعْدِ)

اب آپ دیکھ لیں اس حدیث کی رو سے مولویوں پر اطلاق کر کے دیکھ لیں۔ سو فیصدی تینوں باتیں مولویوں پر صادق آتی ہیں۔ جب بھی گفتگو کرتے ہیں کذب بیانی۔ اب بڑے بڑے وعدے کر رہے ہیں کابل اور افغانستان کے مولوی بھی اور سراسر جھوٹ سے کام لے رہے ہیں۔ مسلسل جھوٹ بولے چلے جاتے ہیں۔ پاکستان کے مولوی کسی طرح اس سے پیچھے نہیں ہیں۔

اور جب امانت رکھی جائے تو خیانت کرتے ہیں۔ ایک واقعہ ہمارے ہاں ربوہ بر.جی بابل کا ایک شخص میرے پاس آیا اور میرے پاس کچھ پیسے امانت رکھوائے تو مَیں نے کہا آپ میرے پاس کیوں آئے ہیں آپ کے مولوی صاحب وہاں ہیں ان کے پاس کیوں نہیں امانت رکھوائی۔ اس نے کہا: توبہ کرو، مولوی صاحب کے پاس امانت رکھیں تو وہ سارے ہی کھا جائیں۔ مَیں نے کہا پھر اپنا دین تم نے ان کے پاس امانت رکھا ہوا ہے جو اس قدر بددیانت ہے کہ ایک غریب آدمی کے پیسے کھا جائے۔ تو حال یہ ہے مولویوں کا۔ اللہ ہی رحم فرمائے۔ جب بات کرتے ہیں جھوٹ بولتے ہیں۔ امانت رکھیں تو خیانت کرتے ہیں اور جب وعدہ کرتے ہیں تو وعدہ خلافی کرتے ہیں۔

حضرت اُمّ سلمہؓ بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"اَلْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ" یعنی جس سے مشورہ کیا جاتا ہے وہ امین ہوتا ہے"۔

(سُنن التّرمذی اَبْوَابُ الْاَدَب بَابُ مَا جَآءَ اَنَّ الْمُسْتَشَارَ مُؤْتَمَنٌ)

یعنی مشورہ جب کسی سے مانگا جائے تو پھر یونہی خواہ مخواہ جو منہ میں آئے انٹ سنٹ نہ بکنا چاہئے بلکہ فوراً سوچنا چاہئے کہ جس نے مجھ سے مشورہ مانگا ہے اس نے مجھ پر اعتماد کیا ہے اور مجھے بہترین

مشورہ اس کے مقابل پر پیش کرنا چاہئے۔ عام طور پر جب مشورے مانگے جاتے ہیں تو کچھ تو بددیانت لوگ ہیں وہ بددیانتی سے ہی مشورہ دیتے ہیں۔ کسی کو کہہ دیتے ہیں فلاں شخص بڑا ایماندار ہے اس کے پاس پیسے رکھوادو اور بعد میں پیسے لے کر بھاگ جاتے ہیں۔ اب میرے پاس ہر روز خطوں میں اس قسم کے واقعات آتے رہتے ہیں۔ ایک عورت بیچاری نے لکھا کہ ایک شخص ہے جو مجھے کہنے لگا کہ اتنے پیسے کی ضرورت ہے اور اپنی ہمسائی کا بنک اکاؤنٹ دے دو تاکہ میں جاتے ہی اس امانت میں جمع کروادوں۔ اور جب وہ پیسے لے کر بھاگ گیا تو ہمسائی سے جاکر لڑی کہ اتنی دیر ہو گئی تمہارے پاس میرے پیسے آئے ہوئے ہیں وہ پیسے کہاں گئے۔ اس نے کہا کہ پیسوں کی تو یہاں ہوا بھی نہیں لگی۔ یہاں کوئی نام و نشان تک نہیں ہے پیسوں کا۔ تو پھر پتہ چلا کہ وہ اس طرح دھوکہ دے کر پیسے لے کر بھاگ گیا تھا۔ تو بدقسمتی سے وہ احمدی کہلاتا تھا۔ تو احمدیوں کو خاص طور پر مُھَیْمِن پر غور کرتے ہوئے امانتدار ہونا چاہئے اور اگر امانتدار نہیں ہونگے تو پھر ان کا کوئی دین ہی نہیں ہے۔ فَلَا اِیْمَانَ لَہٗ۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے جو امانتدار نہیں اس کا ایمان ہی کوئی نہیں ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”اس شخص کو (عند الطلب) امانت لوٹادو جس نے تمہارے پاس امانت رکھی تھی اور اُس شخص سے بھی خیانت نہ کرو جو تجھ سے خیانت کرتا ہے۔ (سُنن التَرمذی اَبوَابُ الْبُیُوْع)

اب یہ بھی بڑا اہم مسئلہ ہے۔ کوئی انسان کسی کے ساتھ بددیانتی کر دیتا ہے تو جب دوسرے کو موقع ملے تو پھر وہ اس سے بددیانتی کرے اور بعد میں کہہ دے کہ اس نے مجھ سے بددیانتی کی تھی مَیں نے اس سے بددیانتی کر دی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ یہ بھی دین کے خلاف ہے۔ خواہ کوئی بددیانتی کرے بھی وہ تو بددیانت، بے ایمان ہو جائے گا۔ جب تم پر وہ کسی وجہ سے بعد میں اعتماد کرے تو تمہیں بددیانتی نہیں کرنی چاہئے۔ تم اپنے ایمان کی حفاظت کرو۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ایک مسلمان جسے اگر کوئی حکم دیا جائے تو اسے (صحیح صحیح) نافذ کرتا ہے اور اگر کسی کو کچھ ادا کرنے کا اسے حکم دیا جائے تو پوری بشاشت اور خوش دلی سے پورا پورا ادا دیتا ہے تو وہ بھی صدقہ دینے والوں میں شمار ہوتا ہے۔ (مسلم کتاب الزکوٰۃ)

اب یہ معاملہ بہت اہم ہے۔ بعض دفعہ ایک آدمی سخاوت کے ساتھ اپنے کسی مصاحب کو، اپنے خزانچی کو حکم دیتا ہے کہ فلاں کو پیسے دے دے اور اس کے دل میں اس پر ایک قسم کا جبر اور کراہت محسوس ہوتی ہے اور وہ پیسہ دیتے وقت خوش خلقی سے پیسہ نہیں دیتا بلکہ تنگی سے پیسہ دیتا ہے تو ایسے شخص کو اس کے صدقہ میں سے کچھ بھی نہیں ملے گا۔ لیکن اگر مالک کہے کہ پیسے دے دو اور بڑی خوشی کے ساتھ وہ اس غریب پر خرچ کرے جس کے لئے حکم ہو تو وہ بھی اس صدقہ میں حصہ دار ہو جائے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”انسان کی پیدائش میں دو قسم کے حُسن ہیں۔ ایک حُسن معاملہ اور وہ یہ کہ انسان خدا تعالیٰ کی تمام امانتوں اور عہد کے ادا کرنے میں یہ رعایت رکھے کہ کوئی امر حتّی الوسع ان کے متعلق فوت نہ ہو“ یعنی کوئی بھی حکم ایسا نہ ہو جو ضائع ہو جائے۔ فوت ہونے سے یہ مراد ہے۔ ”جیسا کہ خدا تعالیٰ کے کلام میں ﴿رَاعُوْنَ﴾ کا لفظ اسی طرف اشارہ کرتا ہے“۔ ﴿وَالَّذِیْنَ هُمْ لِاَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُوْن﴾ ”ایسا ہی لازم ہے کہ انسان مخلوق کی امانتوں اور عہد کی نسبت بھی یہی لحاظ رکھے یعنی حقوق اللہ اور حقوقِ عباد میں تقویٰ سے کام لے۔ یہ حُسن معاملہ ہے یا یوں کہو کہ روحانی خوبصورتی ہے“۔

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم)

یعنی اس میں خوبصورتی دراصل توازن ہی کا نام ہے۔ تو روحانی خوبصورتی سے مراد یہ ہے کہ جو بندے اور خدا کے درمیان امانتوں کا توازن کرتا ہے یہ اس کا روحانی حسن ہے۔

ایک اور عبارت حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی ہے:

”مومن وہ ہیں جو اپنی امانتوں اور عہدوں کی رعایت رکھتے ہیں یعنی ادائے امانت اور ایفائے عہد کے بارے میں کوئی دقیقہ تقویٰ اور احتیاط کا باقی نہیں چھوڑتے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ انسان کا نفس اور اُس کے تمام قویٰ اور آنکھ کی بینائی اور کانوں کی شنوائی اور زبان کی گویائی اور ہاتھوں اور پیروں کی قوت یہ سب خدا تعالیٰ کی امانتیں ہیں جو اُس نے ہمیں دی ہیں اور جس وقت وہ چاہے اپنی امانتوں کو واپس لے سکتا ہے۔ پس ان تمام امانتوں کا رعایت رکھنا یہ ہے کہ باریک در باریک تقویٰ کی پابندی سے خدا تعالیٰ کی خدمت میں نفس اور اُس کے تمام قویٰ اور جسم اور اُس کے تمام قویٰ اور جوارح کو لگایا جائے اس طرح پر کہ گویا یہ تمام چیزیں اُس کی نہیں بلکہ خدا کی ہو جائیں اور اس کی مرضی سے نہیں بلکہ خدا کی مرضی کے موافق ان تمام قویٰ اور اعضاء کا حرکت اور سکون ہو اور اس کا ارادہ کچھ بھی نہ رہے بلکہ خدا کا ارادہ“ ہو جائے۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی ذات میں کامل طور پر پورا اترتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر یہ گواہی دی ہے اور آپ کو اس اعلان کی اجازت دی ہے کہ ﴿قُلْ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ﴾۔ تو کہہ دے میرا نمازیں پڑھنا، میری عبادت اور میری قربانیاں اور میری تو ساری زندگی اور میری موت کلیۃً اللہ ہی کے لئے ہو چکے ہیں۔ پس جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے خود یہ ہدایت دی اور اعلان کی ہدایت دی کہ یہ اعلان کر دو۔ یہ کس لئے اعلان کرنے کا حکم ملا ہے۔ اس لئے کہ لوگ سوچیں کہ ہم نے جس کا دامن پکڑا ہے اس کے مطابق ہمیں بھی امانت دار ہونا پڑے گا۔

فرماتے ہیں: ”خدا کا ارادہ ان میں کام کرے اور خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں اُس کا نفس ایسا ہو جیسا کہ مُردہ زندہ کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور یہ خود رائی سے بے دخل ہو“۔ یعنی خود نمائی سے۔ ”اور خدا تعالیٰ کا پورا تصرف اُس کے وجود پر ہو جائے۔ یہاں تک کہ اُسی سے دیکھے اور اُسی سے سنے اور اُسی سے بولے اور اسی سے حرکت یا سکون کرے اور نفس کی دقیق در دقیق“۔ یعنی باریک در باریک۔ ”آلائشیں جو کسی خوردبین سے بھی نظر نہیں آسکتیں دُور ہو کر فقط روح رہ جائے۔ غرض مُھَیْمِنَتْ خدا کی اس پر احاطہ کرلے اور اپنے وجود سے اُس کو کھودے اور اس کی حکومت اپنے وجود پر کچھ نہ رہے اور سب حکومت خدا کی ہو جائے اور نفسانی جوش سب مفقود ہو جائیں ور تمام آرزوئیں اور تمام ارادے اور تمام خواہشیں خدا میں ہو جائیں اور نفس امّارہ کی تمام عمارتیں منہدم کر کے خاک میں ملا دی جائیں اور ایک ایسا پاک محل تقدّس اور تطہّر کا دل میں تیار کیا جاوے جس میں حضرت عزّت نازل ہو سکے اور اس کی روح اس میں آباد ہو سکے۔ اس قدر تکمیل کے بعد کہا جائے گا کہ وہ امانتیں جو منعم حقیقی نے انسان کو دی تھیں وہ واپس کی گئیں تب ایسے شخص پر یہ آیت صادق آئے گی ﴿وَالَّذِیْنَ هُمْ لِاَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُوْنَ﴾۔ (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم)

ایک اور آیت جس میں صفت مہیمن کا ذکر ہے:

﴿وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَ مُهَیْمِنًا عَلَیْهِ فَاحْكُمْ بَیْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ هُمْ عَمَّا جَآ ءَ كَ مِنَ الْحَقِّ . لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجاً. وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّیَبْلُوَكُمْ فِیْ مَآ اٰتٰكُمْ فَاسْتَبِقُوْا الْخَیْرَاتِ . اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِیْعًا فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ﴾۔

(سورۃ المائدہ :۴۹)

”اور ہم نے تیری طرف حق کے ساتھ کتاب نازل کی ہے اُس کی تصدیق کرتی ہوئی جو کتاب میں سے اس کے سامنے ہے اور اس پر نگران کے طور پر“۔ پس یہاں قرآن کریم کا پچھلی کتب پر نگران ہونے کا معنی دیا گیا ہے۔ یعنی تجھ پر ایک ایسی کتاب نازل کی گئی ہے جو تمام صحیح باتوں کی تصدیق بھی کر رہی ہے اور اس سے پہلے جتنی کتب ہیں ان سب پر یہ کتاب یعنی قرآن کریم نگران ہے۔ ”پس ان کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کر جو اللہ نے اتارا ہے۔ اور جو تیرے پاس حق آیا ہے اسے چھوڑ کر ان کی خواہشات کی پیروی نہ کر۔ تم میں سے ہر ایک کے لئے ہم نے ایک مسلک اور ایک مذہب بنایا ہے اور اگر اللہ چاہتا تو ضرور تمہیں ایک ہی امت بنا دیتا لیکن وہ اس کے ذریعہ جو اس نے تمہیں دیا تمہیں آزمانا چاہتا ہے۔ پس تم نیکیوں میں ایک دوسرے پر سبقت لے جاؤ“۔ خدا تعالیٰ نے مومن کے لئے جو مطمح

نظر مقرر کیا ہے وہ یہ ہے کہ تمام نیکیوں میں ایک دوسرے پر سبقت لے جاؤ۔ یہ جو مقابلہ ہے یہ بہت ہی نیک مقابلہ ہے اگر دنیا میں سب نیکی کے مقابلہ میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کریں تو ساری دنیا امن کا گہوارہ بن جائے۔ پھر فرمایا "پس تم نیکیوں میں ایک دوسرے پر سبقت لے جاؤ۔ اللہ ہی کی طرف تم سب کا لوٹ کر جانا ہے۔ پس وہ تمہیں ان باتوں کی حقیقت سے آگاہ کرے گا جن میں تم اختلاف کیا کرتے تھے۔

اب ابن عباسؓ کی روایت ہے بخاری کتاب فضائل القرآن میں۔ حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ "اَلْمُهَيْمِن" کے معنی امین ہی کے ہیں اور قرآن کریم اپنے سے پہلے نازل ہونے والی تمام کتابوں پر امین ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"مَیں دنیا پرست واعظوں کا دشمن ہوں کیونکہ ان کی اغراض محدود، ان کے حوصلے چھوٹے، خیالات پست ہوتے ہیں۔ جس واعظ کی اغراض دینی ہوں وہ ایک ایسی زبردست اور مضبوط چٹان پر کھڑا ہوتا ہے کہ دنیوی واعظ سب اس کے اندر آجاتے ہیں کیونکہ وہ ایک امر بالمعروف کرتا ہے۔ ہر بھلی بات کا حکم دینے والا ہوتا ہے اور ہر بری بات سے روکنے والا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف کو اللہ تعالیٰ نے مُهَيْمِن فرمایا، یہ جامع کتاب ہے جس میں جیسے ملٹری (فوجی) واعظ کو فتوحات کے طریقوں اور قواعد جنگ کی ہدایت ہے تو ایسے نظام مملکت اور سیاستِ مُدن کے اصول اعلیٰ درجہ کے بتائے گئے ہیں۔ غرض ہر رنگ اور ہر طرز کی اصلاح اور بہتری کے اصول یہ بتاتا ہے۔

(الحکم ۱۷/مارچ ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۵)

مُهَيْمِن سے مراد یہ ہے کہ اصول بتاتا ہے اور اتنے کامل کہ ان میں سے کوئی اصول بھی باقی نہیں چھوڑتا۔ ہر قسم کے اصول جن کی انسان کو ضرورت پیش آسکتی ہے ان سب کا ذکر کرتا ہے۔ اور اس لحاظ سے قرآن کریم مُهَيْمِن ہے کہ اس سے پہلے جتنی کتابیں گزری ہیں ان میں سب اچھی باتیں جتنی تھیں وہ قرآن نے سمیٹ لی ہیں اور ان کو دہرا لیا ہے۔ اب قرآن کے بعد دوسری کتابیں دیکھنے کی ضرورت ہی کوئی نہیں۔ کیونکہ ان کی تمام تعلیم تو قرآن کریم میں آگئی ہے اور قرآن کریم نے نہ صرف ان کو سمیٹ لیا بلکہ ان میں سے وہ تعلیمیں اختیار کیں جو واقعۃً سچی تھیں۔ جو بعد کے لوگوں نے بنائی ہوئی تھیں وہ ساری چھوڑ دیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ یہ کتاب ہمیں خدا تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سچی توفیق عطا فرمائے کہ اس کتاب کے تمام حقوق ادا کر سکیں۔

آج اس مختصر خطبہ کے بعد اب میں خطبہ ثانیہ کے لئے بیٹھتا ہوں۔